صرف تاریخ کی روشنی میں

حضرت عثمان رضؓ کا سب سے پہلا امتحان

از

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

مترجمہ

(جناب مولانا عبدالمجید صاحب نعمانی)

سب سے پہلا مقدمہ جو حضرت عثمانؓ کے سامنے خلافت کے پہلے ہی دن پیش ہوا وہ عبیداللہ بن عمرؓ کا مقدمہ تھا، جنہوں نے پہلے ہرمزان، پھر جُفینہ اور اس کے بعد ابولؤلؤ کی لڑکی کو قتل کردیا تھا یہ خونی مقدمہ درحقیقت مسلمانوں کی بڑی سخت آزمائش تھی۔ ابولؤلؤ حضرت عمرؓ کا قاتل ہے اس نے فاروق اعظم کو جب کہ وہ نماز کے لئے آگے بڑھ رہے تھے دو نوک والے ایک خنجر سے زخمی کردیا۔ لوگ قاتل پر ٹوٹ پڑے لیکن اس نے سوال و جواب سے پہلے ہی اپنے آپ کو ہلاک کردیا بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انھوں نے ابولؤلؤ، ہرمزان (مسلمان) اور جفینہ (عیسائی) تینوں کو ایک جگہ بیٹھے کانا پھوسی کرتے دیکھا تھا، ان کے ہاتھ میں یہی خنجر تھا جسے وہ الٹ پلٹ کر رہے تھے، اور جب وہ ان کے پاس پہنچے تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور خنجر ان کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ پھر جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو عبیداللہ بن عمر ننگی تلوار لئے نکلے اور ہرمزان تک پہنچ کر اس کو قتل کردیا۔ راویوں کا بیان ہے کہ عبیداللہ بن عمر نے جب دیکھا کہ تلوار کی کاٹ اپنا کام کر چکی تو کہا لا الٰہ الا اللہ، اور اس کے بعد وہ جفینہ کے پاس پہنچے اور اس کو قتل کردیا راوی کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمرؓ نے جب دیکھا کہ جفینہ مر چکا ہے تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تلوار سے صلیب

کی شکل بنا دی پھر ابو لؤلؤ کے گھر پہونچے اور اس کی لڑکی کا خاتمہ کر دیا حضرت صہیبؓ نے جو اس وقت نماز پڑھانے کی خدمت پر مامور تھے خبر پا کر لوگوں کو بھیجا کہ وہ عبید اللہ بن عمر کو مسلمانوں کے قتل سے روکیں چنانچہ سعد بن ابی وقاص پہنچے اور انھیں قابو میں کر لیا پھر جب تک ان کے ہاتھ سے تلوار نہیں لے لیا ساتھ ہی رہے، اس کے بعد وہ مقید کر لئے گئے تاکہ خلیفہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔

بیعت کے معاملہ سے فرصت پاتے ہی حضرت عثمانؓ نے ان مسلمانوں سے جو عبید اللہ بن عمر کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے تھے، مشورہ کیا، عبید اللہ نے خود ہی انتقام لیا اور ڈھٹائی بلا دلیل، انھوں نے ناحق ایک مسلمان اور دو ذمیوں کو قتل کر دیا فقہا اور اہل بصیرت نے جن میں خود حضرت علیؓ بھی شامل ہیں عبید اللہ سے قصاص لینے کا خیال ظاہر کیا۔ اس لئے کہ انھوں نے کھلم کھلا اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حدود سے تجاوز کیا، لیکن بہت سے مسلمانوں نے یہ کہہ کر کہ "کل تو حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا اور آج ان کا بیٹا مارا جائے؟" مخالفت میں اپنی رائے کا اظہار کیا، کہتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ میاں اللہ نے آپ کو اس قضیہ سے بچا لیا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا، اب آپ اس میں مداخلت نہ کیجئے۔

اس مقدمہ میں حضرت عثمانؓ نے کیا فیصلہ کیا؟ اس میں راویوں کا اتفاق نہیں ہے، کوئی کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قصاص کا فیصلہ کیا اور عبید اللہ کو ہرمزان کے لڑکے کے حوالے کر دیا کہ وہ ان سے باپ کے خون کا بدلہ لے لے، لیکن مورخین کی اکثریت کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں "ہرمزان اور دوسرے مقتولین کا ولی ہوں میں قاتل کو معاف کرتا ہوں اور بیت المال میں رکھے ہوئے اپنے مال سے خوں بہا ادا کرتا ہوں"۔ حضرت عثمانؓ کی افتاد طبع کے پیش نظر یہی خیال ان کی سیرت سے میل کھاتا ہے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی خلافت کا آغاز ایک نوجوان قریشی یعنی فاروق اعظم کے ایک بیٹے کے خون سے ہو، لیکن وہ ایک مسلمان اور دو ذمیوں کے خون سے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتے تھے اسی لئے انھوں نے ایک

طرف عبید اللہ بن عمرؓ کو قتل ہونے سے بچا لیا اور دوسری طرف اپنے مال سے مقتولین کو معاوضہ دے دیا۔ یہ فیصلہ، اگر لوگ معاملے کو صرف سیاسی عینک سے دیکھنا چاہیں ایک مدبرانہ سیاست تھی، اس میں ان حضرات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے جو عام طور پر کہا کرتے تھے کہ کل تو حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا اور آج ان کا بیٹا قتل کیا جائے، اگر حضرت عثمانؓ یہ منظور فرما لیتے کہ عبید اللہ کو قصاص میں قتل کر دیا جائے تو عام طور سے بنی عدی کے لوگوں اور خاص طور پر خطاب کے خاندان والوں کے دل آپ کی طرف سے پھر جاتے یہی نہیں بلکہ سارے قریش اور غیر قریش کے لوگ بھی آپ سے برداشتہ خاطر ہو جاتے اور اگر وہ عبید اللہ کو معاف کر دیتے اور مقتولین کی دیت ادا نہ کی جاتی تو اس سے بدنظمی اور بے عنوانی کا ایک ایسا دروازہ کھلتا جس کو بند نہیں کیا جا سکتا تھا۔

لیکن یہ حادثہ محض سیاسی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کی ایک مذہبی حیثیت بھی تھی جو سیاست پر مقدم تھی، خلیفہ کو معاف کر دینے اور درگذر کرنے کے حقوق حاصل ہیں لیکن اس میں یہ شرط بھی ہے کہ اس کی معافی اور درگذر دین کے حدود میں سے کسی حد کو معطل کر دینے کا باعث نہ ہو۔

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے متشدد مسلمان حضرت عثمانؓ کے فیصلے سے خوش نہیں تھے، چنانچہ انصار میں ایسے لوگ تھے جو عبید اللہ کو ہرمزان کے قتل کی یاد دلاتے رہتے تھے اور دھمکی دیا کرتے تھے کہ وہ اس کا بدلہ ضرور لیں گے، زیاد بن لبید بیاضی جب کبھی راستے میں عبید اللہ کو مل جاتا۔ کہتا

الا یا عبید اللہ ما لک مہرب
ولا ملجاء من ابن اروی ولا خفر
اصبت دما واللہ فی غیر حلہ
حراما وقتل الہرمزان لہ خطر

عبید اللہ تم بچ نہیں سکتے حضرت عثمانؓ کی پناہ بھی کام نہ آئے گی ہرمزان کا خون ضرور رنگ لائے گا

زیاد کی طرف سے جب یہ زیادتی حد سے بڑھ گئی تو عبید اللہ نے حضرت عثمانؓ سے اس کی شکایت کی حضرت عثمانؓ نے زیاد کو بلایا اور سختی سے منع کیا لیکن اس نے ایک نہ سنی بلکہ خود حضرت عثمانؓ کو خطاب کرتے ہوئے حسب ذیل اشعار کہے۔

ابا عمرو عبید اللہ رهن	ابو عمرو عبید اللہ ہرمزان کے قتل میں ماخوذ
فلا تشکک بقتل الہرمزان	ہے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔
فانک ان غفرت الجرم عنه	اگر تم اس کا یہ سنگین جرم معاف کردو گے
واسباب الخطا فرسا رهان	تو تمہارا یہ فعل سخت نامناسب ہوگا۔
لتعفوا اذ عفوت بغیر حق	تمہارے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس کے خون سے
فمالک بالذی تحکی یدان	رنگے ہاتھوں کو نظر انداز کردو۔

پھر تو حضرت عثمانؓ کو غصہ آگیا اور آپ نے سخت سرزنش کی اور پھر زیاد اپنی حرکت سے باز آگیا، بہرحال مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت عثمانؓ کے اس فیصلے سے خوش نہ تھی اور کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کا تعلق اسی جماعت سے تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر عبید اللہ کو حضرت علیؓ اپنے زمانہ خلافت میں پا جاتے تو ان پر قصاص کی حد یقیناً جاری کرتے، لیکن وہ تو صفین کے معرکے میں کام آچکے تھے۔ ناراض مسلمانوں کو غصہ اس بات کا تھا کہ حضرت عثمانؓ کا فیصلہ کھلی ہوئی نص قرآنی کی رعایت سے خالی ہے، پھر یہ سخت حرج کی بات ہے کہ عبید اللہ کو خلیفہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے معاف کردیا جائے اور اس لئے کہ انھوں نے تو ایک عجمی مسلمان اور دو ذمیوں کا خون کیا ہے، اس معافی سے تو امتیاز اور تفریق کی بو آرہی ہے، اس میں عبید اللہ عربی اور ہرمزان عجمی میں فرق کیا جا رہا ہے حالانکہ خدا نے مسلمانوں کی عزت و آبرو، ان کے مال و دولت اور خون کی حرمت میں کوئی فرق روا نہیں رکھا خواہ وہ کسی نسل اور قوم کے ہوں اور پھر یہ معافی شبہ پیدا کرتی ہے کہ دین میں ذمیوں کے لئے حرمت اور حقوق کے احکام کے باوجود ان کے خون سے بے اعتنائی برتی جا سکتی ہے اب اگر ایسا ہی ہونے لگے اور خلفاء و ہمسران خلفاء کے صاحبزادوں، بڑے بڑے انصار و مہاجرین کے

فرزندوں کو موقع دے دیا جائے کہ من مانا انتقام لے لیا کریں، دربار خلافت میں اپنے معاملات پیش نہ کریں دلائل سے بھی اپنے کو بے نیاز تصور کریں تو پھر خرابیاں عام اور انصاف لاپتہ ہوگا بدنظمی کا دور دورہ اور دین کے آثار ناپید ہوں گے۔

ہاں تو عرض یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ مسلمانوں کے معاملات کے والی تھے، والی ہونے کی حیثیت سے ان کو اس کا حق تھا کہ وہ معاف کر دیتے اور ہم تو ایک قدم آگے بڑھا کر کہنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے عبیداللہ کو معاف کر کے نہ اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو معطل کیا اور نہ ہرمزان اور اس کے دونوں ساتھیوں کے خون سے بے اعتنائی برتی اس لئے کہ اپنے مال سے انھوں نے دیت ادا کر دی، لیکن اس قسم کی معافی دین کے معاملات میں شدت برتنے والوں کو مشتبہ کر دیتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ عبیداللہ کو اس کے جرم کی کوئی سزا نہیں ملی، اپنے مال سے معاوضہ ادا کر کے حضرت عثمانؓ نے وہ سزا خود بھگتی جو عبیداللہ کو برداشت کرنا چاہیئے اگر وہ معاوضے کی رقم عبیداللہ اور ان کے گھر والوں پر عائد کر دیتے اور اس طرح ان کو بچاتے اور معاف کرتے تو بلاشبہ صحیح طور پر حد جاری کرتے اور پھر کسی کو ان کے فیصلے پر مجال گفتگو نہ ہوتی اور اگر خطاب کے گھرانے کے ساتھ نرمی اور سلوک کے تقاضے سے دیت کی رقم اپنے مال سے ادا کر دی تھی تو عبیداللہ کو سزا کے طور پر قید خانہ میں رکھنا تھا کہ وہ اپنے گناہ سے خدا کی جناب میں توبہ کرتے، ناحق خون کرنے پر نادم ہوتے، نیز عہد جاہلی کی کینہ پروری کے ماتحت دربار خلافت کی جس طرح انھوں نے توہین کی اس پر شرمندہ ہوتے۔ اگر حضرت عثمانؓ یہ کرتے تو اس خارزار سے دامن بچا سکتے اور عبیداللہ جیسے قریشی نوجوان کو بتاتے کہ مسلمانوں اور ذمیوں کا خون اللہ کے نزدیک اتنی حرمت کا مالک ہے کہ اسے بغیر حق بہایا نہیں جا سکتا، اس کی عظمت اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ قاتل بلا خوف و خطر زندگی کے دن چین و آرام سے گذارنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

بہر حال حضرت عثمانؓ نے خلافت کا استقبال جس سیاسی مسلک سے کیا اس میں آپ کی تصویر ایک ایسے شخص کی تصویر نظر آتی ہے جو رحم دل اور نرم طبیعت کا ہے، صلح پسند ہے، دلوں میں اور وہ بھی عربوں کے دلوں میں اور خاص طور پر ممتاز مہاجرین اور ان کی اولاد کے دلوں میں جو رنجشیں پنہاں

تھیں ان سے وہ بچنا چاہتا ہے اس سیاست کا لازمی نتیجہ تھا کہ کچھ لوگ اس سے خوش اور کچھ ناراض ہوں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آغاز ایک ایسے ماحول میں ہوا جو شکوک اور اختلافات سے گھرا ہوا تھا اگر حضرت عثمانؓ کی جگہ حضرت عمرؓ ہوتے اور ان کے سامنے کسی نوجوان قریشی کا مقدمہ پیش ہوتا پھر وہ کیسے ہی خاندان کا فرد اور کیسے ہی باپ کا بیٹا ہوتا وہ ایک پختہ کار کی طرح اپنا فرض انجام دیتے ان کو خدا کے حدود جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت متاثر نہیں کر سکتی تھی، پس اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عثمانؓ کے اس فیصلے نے ان کی خلافت کو حضرت عمرؓ کی خلافت سے جدا کر دیا، اس جدائی کے دامن پر ہم کو نرمی، نرم دلی کے نقوش ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے متعلق رائے قائم کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیا اور پھر عجلت کا کیا موقع؟ فاروق اعظم کا جو نقشہ دلوں میں تھا اس کے پیش نظر لوگ عبیداللہ بن عمر کے قضیے سے متعلق خود ہی دو گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے، نبیؐ کا فرمان ہے کہ "شبہات سے حدود کی مدافعت کرو" یعنی شک کا فائدہ مجرم کو ملنا چاہیے، شاید حضرت عثمانؓ نے عبیداللہ ابن عمر کی سزا کا دفاع اس شبہ میں پایا کہ وہ والد کے غم میں مغلوب الغضب ہو چکے تھے، اور خدا نے مسلمانوں کو عفو و درگذر کے لئے غیر معمولی رغبت دی ہے جب کہ وہ قدرت رکھتے ہوں،

حضرت عثمانؓ کے فرمان

مورخین روایت کرتے ہیں کہ عنانِ خلافت سنبھالتے ہی حضرت عثمانؓ نے اپنے عاملوں اور سپہ سالاروں کے نام خط لکھے، بعض خطوط میں عوام کو بھی خطاب کیا ان خطوط سے وہ پالیسی واضح ہو جاتی ہے جس پر حضرت عثمانؓ مسلمانوں کو چلانا چاہتے تھے اور جس پر اپنی خلافت کے ابتدا میں بقول مورخین آپ عمل پیرا رہے، یہ خطوط اس قابل ہیں کہ ان کو پیش کیا جائے اور ان پر غور و فکر کے چند لمحات صرف کئے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں یہ معلوم کیا جا سکے کہ جو خاکہ آپ نے اپنے لئے تیار کیا تھا اس کی کہاں تک تکمیل ہو سکی،

سنہ ۲۴ ہجری کے واقعات میں طبری نے ان مکتوبات کو نقل کیا ہے جو حضرت عثمانؓ نے اپنے عاملوں کے نام لکھے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں "حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اللہ نے خلفاء کو حکم دیا ہے کہ وہ محافظ رہیں محصّل نہ بنیں، اس امت کے صدر نشین حفاظت کرنے والے رہے وصول کرنے والے نہیں بنے، تمہارے امام نگرانی اور محافظت سے دور اور تحصیل داری سے قریب ہوتے جارہے ہیں اگر یہی حالت رہی تو حیا، امانت اور وفاداری کا خاتمہ ہو جائے گا، یاد رکھو سب سے زیادہ منصفانہ روش یہ ہے کہ مسلمانوں کے معاملات اور ان کے فرائض پر گہری نظر ڈالو ان کے حقوق پورے کرو اور ان پر جو کچھ واجب ہے اس کا مواخذہ کرو، ذمہ داریوں کو تصویر کے دو رخوں میں بانٹ دو ان کا جو کچھ حق ہے انھیں دو، ان پر جو کچھ ہے ان سے لو۔ اور پھر دشمنوں پر غلبہ حاصل کرو لیکن وفا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔"

یہ مختصر فرمان جو تکلف سے خالی، تصنّع سے دور اور زیادتی کے تصور سے بالکل پاک ہے عاملوں کو چار خصلتوں کا حکم دیتا ہے، پہلی خصلت یہ کہ عامل چرواہوں کی طرح محافظ اور نگہبان ہوں، ٹیکس وصول کرنے والے افسر نہ بنیں، مطلب یہ ہے کہ حکومت کرنے سے ان کا مقصد رعایا کے ساتھ ہمدردی اور نرمی کا سلوک ہونا چاہیے نہ کہ حکومت کا خزانہ بھرنا یا حاکموں کی حاجت کا رُخ دولت و ثروت کی طرف پھیر دینا، حضرت عثمانؓ اس خصلت کے پیدا کرنے پر پوری شدت کے ساتھ زور دیتے ہیں "رعاۃ" اور "جباۃ" کے الفاظ کی بار بار تکرار بتاتی ہے کہ آپ کی نگاہ میں اس کی کس قدر اہمیت ہے اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ آپ اس بنیادی مقصد کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جو عربوں کے فتوحات کی طرف متوجہ ہو جانے پر اسلام کے پیش نظر تھا، یعنی اصلاح اور صرف اصلاح اس لئے اسلامی فتح جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بتایا ہے غلبہ اور قبضہ کی فتح نہیں ہے بلکہ اخوت، ہمدردی اور اصلاح کی فتح ہے،

پھر حضرت عثمانؓ اعلان کرتے ہیں کہ اس امت کے امام ابتدا میں محافظ تھے محصّل نہ تھے اور یہ امام اللہ کے نبیؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے، حضرت عثمانؓ ڈر رہے ہیں کہ اس کے بعد کے امام

محافظ نہ رہ سکیں گے محصل بن جائیں گے اس وقت حیا جاتی رہے گی اس کی جگہ بے حیائی کا دور دورہ ہو گا جس کے نتیجے میں حق پامال کیا جائے گا اور باطل پر اصرار ہو گا، بے غیرتی کی رسوائیاں گناہوں سے ہم آغوش، اس وقت امانت نہ ہو گی امانت کی جگہ فریب اور مکاری لے گی، جو خلفا اور رعایا دونوں کے حقوق کا خاتمہ کر دے گی، اس وقت شکوک اور شبہات کا دور ہو گا۔ لوگ ایک دوسرے سے بدگمان ہوں گے، صفائی اور اخلاص کی جگہ معاملات کی بنیاد فریب کاری اور مکاری پر رکھی جائے گی اس وقت وفا کا سلسلہ ختم ہو کر بدعہدی کا آغاز ہو گا اور لوگ ایک نہ ختم ہونے والی خرابی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ شرمناک خود غرضی لوگوں میں پھیل جائے گی نہ کوئی کسی کی عزت کرے گا نہ کسی کے لئے کوئی وقار اور احترام چاہے گا، اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سب ہدایتیں وہی ہیں جس کی تلقین نبی کریمؐ، صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم فرماتے تھے،

دوسری خصلت درحقیقت اس اجمال کی تفصیل ہے جو حضرت عثمانؓ نے عمال کے فرمان میں کیا ہے، یعنی عام مسلمانوں اور خلفا اور امرا کے تعلقات میں انصاف کی رعایت رکھی جائے پس ہرگز ہرگز حکومت کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں پر کوئی زیادتی نہیں کرنی چاہئے اسی طرح عام مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے حکومت پر کوئی زیادتی نہ ہونی چاہئے، جو کچھ مسلمانوں پر واجب ہے وہ ان سے لیں اور ان کے جو حقوق ہیں انھیں دئے جائیں حکومت ظلم نہ کرے اور صدقات کی وصولی اور خراج کی تحصیل میں حدود سے متجاوز نہ ہو لوگوں کے کسی معاملے میں بھی جبر اور زبردستی روا نہ رکھی جائے، ایک ایسا انصاف ہو جو نہ حاکم کے لئے مضر نہ رعایا کے لئے تکلیف دہ،

تیسری خصلت درحقیقت دوسری ہی خصلت ہے البتہ اس میں ان ذمیوں کا ذکر ہے جن سے معاہدہ ہو چکا ہے، ایسے ذمی انصاف کا استحقاق رکھنے میں بالکل مسلمانوں کی طرح ہیں، جو حق ایک مسلمان کا ہے وہی بلا کم و کاست ایک ذمی کا ہے ہاں شرط یہ ہے کہ وہ خیر خواہ، مخلص اور وفاداری کے ساتھ معاہدے کا پابند ہو، پس مقررہ مقدار سے زیادہ وصول کر کے نہ ذمیوں پر دست درازی کی جائے اور نہ کوتاہی کر کے مسلمانوں کو زیر بار کیا جائے۔

چوتھی خصلت دشمن سے متعلق ہے جو مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں، اس سلسلے میں خلفا کی ہدایات حیرت انگیز ہیں، لیکن اس میں ایک بات بھی حضرت عثمانؓ کی طبعزاد یا ایجاد نہیں اور نہ وہ اپنی طرف سے جدّت پسند فرماتے تھے، جیسا کہ ناظرین آگے چل کر معلوم کرلیں گے، حضرت عثمانؓ نے سورۂ برأت اور دوسری سورتوں میں نازل شدہ آیات کی اتباع کرتے ہوئے اپنے عمال کو ہدایت کی کہ وہ دشمنوں پر فتح اور غلبہ ضرور حاصل کریں لیکن پاسِ وفا کے ساتھ، دشمنوں سے بھی غداری کسی طرح جائز نہیں ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت ان پر پیش کریں اگر انھوں نے منظور کرلیا تو ٹھیک ہے ورنہ مصالحت کی تجویز پیش کریں اگر قبول نہ کریں تو مقابلہ ہو۔

یہ سیاست جس کا نقشہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عمال کے سامنے پیش کیا ہے، بعینہٖ قرآن مجید کا پیش کردہ نقشہ ہے جو حضرت عثمانؓ سے قبل کے خلفاء اور مسلمانوں کا بھی دستور العمل رہا ہے۔

خراج کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ اپنے عاملوں کے نام فرمان میں لکھتے ہیں:-

”حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ نے تمام مخلوقات کو برحق پیدا کیا اور وہ حق ہی کو قبول کرتا ہے، بس حق دو اور حق لو، بڑی بات امانت ہے امانت تم اپنے اندر امانت کے جوہر پیدا کرو، خلافِ امانت کارروائی میں پہل نہ کرو کہ بعد والوں کی کارروائیوں میں شریک گنے جاؤ گے، اور ہاں وفا کا خیال رکھو وفا کا، یتیموں اور ذمیوں پر زیادتی نہ کرو اگر یہ مظلوم ہوں گے تو اللہ تعالیٰ خود مقابل ہوگا۔“

یہ مختصر سا فرمان ہے جس میں نہایت دل کش اجمال کے ساتھ انھیں باتوں کی تاکید کی گئی اور ان کی طرف رغبت دلائی گئی جن کا ذکر پہلے فرمان میں آچکا ہے البتہ اس میں ایک قسم کی شدت اور تیزی ہے جس سے پہلا فرمان خالی ہے، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو برحق پیدا کیا اور وہ حق ہی کو قبول کرتا ہے اس لئے خلفا اور عاملوں کو چاہئے کہ وہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کے لئے ایسے ہی اعمال کریں جسے وہ قبول کرتا اور پسند کرتا ہے، پس وہ لوگوں سے حق کی مقررہ مقدار ہی حاصل کریں اس میں کمی بیشی ہرگز منظور نہ کریں اور لوگوں کو واقعی حق دیں،

اس سے انحراف یا اس میں اضافہ نہ کریں، اگر اس طرح حق کی پابندی ہو تو ان کا سب سے بڑا فرض یہ ہوگا کہ وہ رعایا سے رقموں کی وصولی میں، اپنے مصالح پر خرچ کرنے میں نیز اس رقم میں جو وہ مصالح عامہ پر خرچ کرنے کے لئے خلیفہ کو سپرد کرتے ہیں سب میں امانت اور صداقت کو پیش نظر رکھیں، حضرت عثمانؓ خراج وصول کرنے والے افسروں کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ امانت کی راہ چھوڑ دینے میں پیش قدمی نہ کریں ورنہ وہ بعد کے خیانت کرنے والوں کے شریک جرم ہوں گے، امانت کے بعد حضرت عثمانؓ وفاداری اور پاس عہد کا حکم فرماتے ہیں اور اس میں بھی اتنی ہی شدت فرماتے ہیں جتنی امانت کے لئے فرمائی تھی، پھر ذمیوں اور یتیموں پر زیادتی سے منع فرماتے ہیں اور خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں جو ایسے ظالموں کے بالمقابل ہوگا،

یہ سیاست بھی قرآن مجید ہی کی سیاست ہے جس پر اللہ کے نبیؐ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا عمل رہا ہے، حضرت عثمانؓ اپنے پہلے فرمان کی طرح اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے پیش نہیں کرتے اور اپنے اس عہد کا پوری طرح خیال رکھتے ہیں جو اپنی بیعت کے موقع پر عبدالرحمن بن عوف سے کیا تھا کہ قرآن و سنت اور اتباع شیخین سے سرمو تجاوز نہیں کروں گا،

حضرت عثمانؓ نے سرحد کے محافظوں اور سپہ سالاروں کو فرمان بھیجا جس میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ لوگ مسلمانوں کے حامی اور ان کی طرف سے مدافعت کرنے والے ہیں، حضرت عمرؓ نے آپ کے لئے جو نظم مرتب کیا وہ ہم پر مخفی نہیں، اس کی ترتیب ہماری ایک جماعت کی موجودگی میں ہوئی ہے، ہرگز ہرگز مجھ تک یہ اطلاع نہ آنے پائے کہ تم نے اس نظم میں کوئی تبدیلی کر دی ہے، یاد رکھو کہ خدا تم کو بدل دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور کو دے دے گا بس سوچو کہ تمہارا طرز عمل کیا ہو؟ میں ان تمام معاملات پر نظر رکھوں گا جس کی نگرانی خدا نے میرے ذمے کی ہے۔"

غور کیجئے کہ اس فرمان میں کس قدر تدبر اور پھر کس قدر شدت سے کام لیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں جنگی افسروں اور دفاع کے ذمہ داروں کے لئے کس قدر موزوں اور ضروری ہیں، اور خاص طور پر توجہ کیجئے کہ حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ نظام کی پابندی کو کتنے زور کے ساتھ

لازمی قرار دیتے ہیں اس لئے کہ فاروق اعظم نے اس نظام کا خاکہ انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت کی موجودگی میں بنایا تھا خود حضرت عثمانؓ اس نظام کی تیاری میں بحث اور مشورے کے ساتھ شریک تھے، وہ سپہ سالاروں کو تاکید کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مرتبہ نظام میں کوئی تبدیلی نہ کریں اور اگر انھوں نے کچھ ردو بدل کیا تو دھمکی دیتے ہیں کہ وہ معزول کردئے جائیں گے یا سزا کے مستحق ہوں گے، پس حضرت عثمانؓ نظامت میں، مالیات میں، اور جنگ میں غرض تینوں شعبوں میں اسی مسلک کے محافظ ہیں جو حضرت عمرؓ کا تھا، پھر جس طرح حضرت عمرؓ مسلمانوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے تھے سنن کی طرف راغب اور بدعات سے دور رہنے کی تاکید کرتے تھے، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی حال تھا مختلف شہروں اور صوبوں کے عوام کے نام آپ نے جو فرمان بھیجا ہے اس کا ترجمہ پڑھئے،

"حمد و صلوۃ کے بعد اتباع اور فرماں برداری کی بدولت آج تم اس درجے پر پہنچے ہو خبردار کہیں دنیا تم کو تمہارے اصل کام سے غافل نہ کردے اس لئے کہ یہ امت بدعات کی طرف جھک جائے گی۔

(۱) وہ خوش حالی اور فارغ البالی کی انتہا کو پہنچ جائے گی۔

(۲) قیدی لونڈیوں سے پیدا ہونے والی ان کی اولاد جوان ہو چکی ہو گی۔

(۳) دیہاتی عرب اور عجمی لوگ قرآن پڑھ چکیں گے۔

اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کفر عجمیوں میں ہے جب کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی وہ تکلف اور جدت سے کام لیں گے"

اس فرمان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمانؓ سنت کی حفاظت اور تکلفات اور بدعات کے روکنے میں کسی طرح بھی حضرت عمرؓ سے کم کوشاں نہ تھے، انھوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ آج فتوحات اور اقتدار کے جس درجہ پر وہ ہیں یہ اتباع اور اطاعت ہی کی برکت ہے، آپ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ دنیا کہیں ان کی توجہ کو اصل کام سے ہٹا نہ دے پھر ان کو خطرات کے تین مواقع سے ڈراتے ہیں۔

(۱) یہ عیش و عشرت کی پر لطف اور لذت بھری زندگی جو روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے ان کو برباد کر دے گی۔

(۲) قیدی لونڈیوں سے جو اولاد جوان ہوگی وہ ان کے لئے خرابیوں کا باعث ہوگی یہ نئی پیدا ہونے والی نسل جس کا خون خالص عربی خون نہیں ہوگا بلکہ اس میں غیر ملکی مادؤں کے خون کی آمیزش ہوگی، اتباع اور اطاعت کی جگہ اپنی طرف سے اضافہ اور تجدید پسند کرے گی۔

(۳) دین میں وہ باتیں داخل کی جائیں گی جو دین نہیں ہیں اور سادہ اور آسان علم کو حیل اور تکلف میں الجھا دیا جائے گا جب کہ دیہاتی عرب اور عجم کے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے اور قرآن پڑھ لیں گے اور آیات کا صاف اور سادہ مطلب نہ سمجھ کر اس میں اپنی طرف سے اضافے اور بناوٹ کی باتیں داخل کریں گے، فتوحات کے بعد مسلمان جن آفات میں مبتلا ہوئے اس کی حضرت عثمانؓ نے جو تصویر اپنے اس فرمان میں کھینچی ہے میں نہیں جانتا کہ کسی اور نے اس کا نمونہ پیش کیا ہو، مال و دولت کی کس قدر بہتات اور نعمت و معیشت میں کیسی فراوانی ہوئی اور مسلمانوں کے لئے کس طرح عیاشی اور حرص ہوس کا باعث بنی پھر ایک نئی نسل پیدا ہوئی جس نے بڑے بڑے اقدامات کئے، بیجا تکلفات اور دور از کار جدتیں پیدا کیں قرآن مجید کو اس کے طریقوں سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہیں بالکل ڈھیل چھوڑ دی اور کہیں حد سے زیادہ سختی برتی چنانچہ حق انتہائی سخت گیریوں اور حد سے زیادہ سہل انگاریوں کے درمیان گم یا تقریباً گم ہو گیا۔ (باقی آئندہ)

رہنمائے قرآن

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے پیغام کی صداقت کو سمجھنے کے لئے اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے جو خاص طور پر غیر مسلم یورپین اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے لکھی گئی ہے۔ جدید ایڈیشن

قیمت ایک روپیہ